مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے سیاسی نظریات پر ایک ناقدانہ نظر

مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

مولانا پیر محمود احمد قادری

معہ

تنقیدات و تعاقبات

مرتبہ

گرامی قدر جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب

ایم اے۔ پی ایچ ڈی

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

نام کتاب ــــــ تنقیدات و تعاقبات مع مکتوبات امام احمد رضا بریلوی

مرتب تنقیدات و تعاقبات ــــــ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ایم اے پی ایچ ڈی

مرتب مکتوبات ــــــ الشاہ پیر محمود احمد صاحب قادری

موضوع ــــــ تنقیدات و تنقیحات

حسب فرمائش ــــــ حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری بانی مجلس رضا

سال طباعت ــــــ ۱۹۸۸ء / ۱۴۰۸ھ

طابع ــــــ

ناشر ــــــ مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

قیمت ــــــ ۴۸/- روپے

ناموسِ انبیاء

امام احمد رضا کی طرف سے مولانا عبد الباری پر ایک یہ الزام تھا کہ وہ ان علماء کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کی عزت و تکریم کرتے ہیں جن کی بعض عبارات سے امام احمد رضا کو اختلاف تھا مگر مولانا عبد الباری ان سے متفق نہ تھے، باہمی مراسلات میں یہ عبارات بھی زیر بحث آئیں، مثلاً مولوی اشرف علی تھانوی کی یہ مشہور عبارت:-

"آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔" [1]

مولوی اشرف علی تھانوی کے کلمات سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ اول تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں ہے اور بالفرض مان بھی لیا جائے تو ایسا علم غیب تو ہر کس و ناکس بلکہ ہر بچے، دیوانے، جانوروں اور درندوں کو بھی حاصل ہے۔ (معاذ اللہ، معاذ اللہ) ــــ چنانچہ مولوی محمد مرتضیٰ حسن دیوبندی نے مولوی اشرف علی سے ان کلمات کے بارے میں یہ استفسار کیا:

آپ نے حفظ الایمان میں اسکی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، ایسا ہر بچے کو اور پاگل کو بلکہ ہر

---

[1] اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان (۱۳۱۹ھ) مطبوعہ مکتبہ تھانوی، کراچی، ص ۷

اس ترمیم سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود مولوی اشرف علی نے اپنے کلمات کی شدت اور گستاخانہ طرزِ اظہار کو محسوس کیا اور ان کے دل نے اس کی گواہی دی — مگر یہ ترمیم امام احمد رضا کے انتقال (۱۳۴۰ھ) کے دو سال بعد کی گئی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بات ذاتی اَنا کی تھی۔

بہر کیف امام احمد رضا کے نزدیک مولوی اشرف علی کی سابقہ عبارت کفریہ تھی [۱] لیکن مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو اس سلسلے میں ان سے اختلاف تھا چنانچہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء میں بریلی میں نجی گفتگو میں دونوں کے مابین یہ عبارت زیرِ بحث آئی۔ اس کی تفصیل اس خط سے معلوم ہوتی ہے جو امام احمد رضا نے مولانا عبدالباری کو تحریر کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

> اصل واقعہ یہ ہے کہ جناب ۱۳۳۱ھ میں غریب خانے پر تشریف لائے تھے، تھانوی صاحب کے کفر و ارتداد ملعون کا تذکرہ چلا۔ جناب نے حسبِ عادت حمایت ارتداد فرمائی اور اس کی عبارت، توہین سرکار رسالت سے پاک بتائی اس پر یہ عرض کی گئی کہ اگر کوئی آپ کے والد ماجد و جد امجد مغفور کو کہے کہ:

---

[۱] مسئلہ تکفیر کو مفتیٔ اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ نے فتاوےٰ مظہری میں بڑی مومنانہ فراست کے ساتھ حل کیا ہے۔ کفریہ عبارات کے سلسلے میں ایک استفسار کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے:-

"جو عبارتیں مابہ النزاع ہیں وہ خالص اُردو کی عام فہم ہیں، پس ان کے معنی سمجھنے میں نہ کسی دیوبندی کا اعتبار ہے اور نہ بریلوی کے فہم کا، بلا کسی رو رعایت کے عام ہندوستانی جو ان عبارات کے معنی تبلائیں، اسی کا اعتبار ہے۔ پھر اس پر شریعت مطہرہ کا جو حکم ہو اس پر عمل لازم ہے۔"

{ فتاوےٰ مظہری، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء
صفحہ ۳۷۵ ، فتوےٰ ۲۴۸ }

مسعود

ان کی ذات مقدسہ پر عالم کا حکم کیا جانا اگر بقول مردم صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض علم ہے یا کُل علم — اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں ان دونوں کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید عمر بلکہ ہر بچے پاگل بلکہ ہر کلب و خنزیر کے لیے بھی حاصل ہے۔ اور تمام علوم مراد ہیں تو اس کا بطلان عقل و نقل سے ثابت ہے۔"

کیا آپ اسے ان دونوں بزرگوں کی توہین نہ سمجھیں گے؟ ———— اس وقت تو آپ نے اپنی بات رکھنے اور مرتد کی ترویج کے لیے انکار فرما دیا کہ اس میں میرے باپ دادا کی کوئی توہین نہیں الخ[1]

امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل رباعی میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے:۔

اے ابجد خواں، بجز برائے اب وجد — تشبیہ سگ و خوک بھی داری بد

اما پئے مصطفےٰ روا داشتیش — اُف بر تک مردود مباش و مرتد[1]

ترجمہ:۔ اے ابجد خواں! تو آباؤ اجداد کو کتے اور خنزیر سے تشبیہ دینا برا سمجھتا ہے لیکن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جائز سمجھتا ہے۔

مولوی عبدالباری نے ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء میں مولوی اشرف علی کی مدافعت میں یہ تسلیم کیا کہ اگر ان کے والد ماجد و جد امجد کے علوم جزئیہ کو سگ و خوک سے تشبیہ دے دیں تو اس میں دونوں کی تنقیص کا پہلو نہیں نکلتا ———— لیکن دل گواہی دے رہا تھا کہ گستاخی کا پہلو نکلتا ہے اپنی بات رکھنے کو اس وقت تو چپ ہو گئے لیکن ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء میں دونوں کے تعلقات کشیدہ ہوئے تو مولانا عبدالباری نے امام احمد رضا کو یاد دلایا کہ آٹھ سال قبل امام احمد رضا نے ان کے والد اور جد امجد کو کتے اور خنزیر سے تشبیہ دی تھی: اس کے جواب میں امام احمد رضا نے لکھا:

اس وقت تو آپ نے اپنی بات رکھنے اور مرتد کی ترویج کے لیے انکار فرما دیا

[1] محمد مصطفےٰ رضا خاں، الطاری الداری، حصہ سوم، ص ۸۰

کہ اس میں میرے باپ دادا کی کوئی توہین نہیں مگر دل پر ایسی چھپی کہ آج تک یاد ہے ـــــــ مجھے فرماتے ہیں کہ :

"جناب نے میرے والد مرحوم اور جد مغفور کی تشبیہ میرے روبرو کتے اور خنزیر سے دی۔"

الحمد للہ الحمد للہ! کہ آج آپ نے اُس عبارت میں تشبیہ ہونا قبول کیا۔[1]

حقیقت میں یہ ایک المیہ ہے کہ بعض علماء نے ناموسِ مصطفےٰ کے مقابلے میں اپنی "انا" کو قائم رکھا، گستاخانہ عبارات کی تعبیر تاویل میں عقل و دانائی کو صرف کیا اور اس کو حذف کرنا گوارا نہ کیا گویا وہ بھی کوئی معاذ اللہ! قرآنی آیات یا احادیث تھیں جن کا بدلنا ممکن نہ تھا ـــــــ اس طرح ایسی عبارات نے ملتِ اسلامیہ میں تفرقہ پیدا کیا، وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور ملت گروہوں میں بٹ گئی ـ کاش ایسا نہ ہوتا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی خاطر ایسی عبارات کو مٹا دیا جاتا کہ وہ مٹانے ہی کے قابل تھیں۔

---

[1] محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ سوم، ص ۱۲/۱۳

مسئلہ تکفیر

امام احمد رضا نے جب اپنے معاصر بعض علماء کے خلاف فتوے کفر لگایا تو مولانا عبدالباری نے اس قسم کے فتووں سے اختلاف کرتے ہوئے مارہرہ شریف (ضلع ایٹہ، یو۔پی) کے صاحبزادہ مولانا سید محمد میاں علیہ الرحمۃ کو لکھا :۔

"اب میں اپنا مسلک عرض کرتا ہوں کہ زمانہ "لا یبقی من الاسلام الا اسمہ" کا ہے، آپ ہوں یا میں، عبدالماجد یا مولوی احمد رضا خاں صاحب، سب اثر سے زمانہ کے محفوظ نہیں، صادق المعیار مسلم کہاں ہیں جن میں سے کافروں کا امتیاز کیا جائے؟"[1]

ان کلمات سے صاف ظاہر ہے کہ قائل کے خیال میں دُنیا میں ایسا کوئی سچا مسلمان نہیں جس کو کافروں سے ممتاز کیا جا سکے۔ مندرجہ ذیل رباعی میں انہیں کلمات کی طرف اشارہ ہے۔

---

[1] مکتوب مولانا عبدالباری نمبر ۱۳۲۴ مورخہ ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ/۲ فروری ۱۹۱۹ء

نوٹ: امام احمد رضا نے اس شعر میں بھی اسی عبارت کے پیشِ نظر مولانا عبدالباری سے یوں خطاب کیا ہے ؂

خود اور تمام امت شہ کو کہو کافر
پھر تم کو یہ دعوے ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

(الطاری الداری، حصہ دوم، ص ۵۶)

(مسعود)

ے گفت از اسلام نیست باقی جز نام

حکیست بجملہ ایں از مان عام

سیّد، عالم، فلاں کافر، خود من

کاذب ہمہ اند در عیار اسلام [1]

ترجمہ: انہوں نے کہا اسلام کا صرف نام ہی باقی رہ گیا ــــ ہماری طرف سے سب کے لیے یہ فیصلہ ہے کہ سید ہو، عالم ہو، کافر د مشرک ہو اور یا میں خود ہوں کوئی بھی اسلام کے معیار پر پورا نہیں اُترتا ــــ سب کھوٹے ہیں۔

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۶

مولانا عبد الماجد دریا آبادی

مولانا عبد الماجد دریا آبادی کا ابتدائی دور بقولِ خود کفر و الحاد میں گزرا۔ [۱]
اسی زمانے میں ان کی کتاب "فلسفۂ اجتماع" (مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۵ء) شائع ہوئی جس میں امام احمد رضا کے نزدیک مندرجہ ذیل خیالات کافرانہ اور ملحدانہ تھے:۔

"بیت اللحم میں ایک مجہول النسب بچہ پیدا ہوتا ہے (عیسیٰ علیہ السلام) جس کی والدہ کی عصمت کو اس کے اہل وطن مشکوک نظروں سے دیکھتے ہیں"۔ [۲]

"توحید کے بعد کسی کو رسول ماننے کی کیا حاجت ہے"۔ [۳]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کی آیتیں بڑھا کر اپنے پیرووں کی آزادی پامال کر دی"۔ [۴]

"قرآن اپنے دعویٰ توحید پہ قائم نہ رہا تعظیم رسول کا اس میں ایک حرف بھی نہ ہونا چاہیئے تھا"۔ [۵]

---

[۱] انوارِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۴۸۳

[۲] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ دوم، ص ۶۹

[۳] ایضاً، ص ۵۳ (بحوالہ استفتاء محمد ابوالحسن ہیڈ مولوی، میرٹھ محررہ ۱۵ جنوری ۱۹۱۹ء)

[۴] ایضاً، ص ۵۳ (بحوالہ مذکور) [۵] ایضاً، جلد اول، ص ۲۹

نوٹ: علماء فرنگی محل میں مولانا عبد الباری، مولانا عبد القادر اور مولانا محمد ایوب نے ایسے کلمات کے قائل کو مرتد اور گردن زدنی قرار دیا۔ (الطاری الداری، ج ۲، ص ۵۳)

مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے مولانا عبدالماجد اور ان کے خاندان سے دیرینہ تعلقات تھے اسلئے[۱] امام احمد رضا نے اقوالِ کفریہ کی طرف ان کو متوجہ کیا[۱] مگر انہوں نے تحریر فرمایا:۔

"میں نے ان سے کوئی تعلق منافی اسلام نہ دیکھا اور نہ سُنا ان کے عقد میں شرکت کی، ان سے وہی برتاؤ کیا جو اپنے بھائیوں سے ہونا چاہیئے۔" [۲]

پھر بھی احتیاطاً نواب حیدرآباد کو تار بھیجدیا جہاں دارالترجمہ میں مولانا عبدالماجد کام کر رہے تھے۔

"اعلیٰ حضرت حضور نظام کو میں نے تار دیا جس کا اصل مقصد احتیاط تھی تاکہ یونیورسٹی اور دارالترجمہ میں دہریت کا اثر نہ ہو۔" [۳]

پھر جب مولانا عبدالماجد سے مولانا عبدالباری کی ملاقات ہوئی اور کلمات کفریہ کے متعلق ان سے استفسار کیا تو انہوں نے کلمات کی واوات سے اپنی برأت کا اظہار کیا۔ اس پر امام احمد رضا کو مولانا عبدالباری نے لکھا:۔

"عبدالماجد کے فلسفۂ اجتماع کو نہ میں نے دیکھا، نہ دیکھنے کا ارادہ، عبدالماجد نے جو مرادات کفریہ ان کی طرف منسوب تھیں، میرے روبرو اپنی برأت کا اظہار کیا، مجھے اس سے زیادہ تحقیق کی اور کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔" [۴]

---

[۲] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ دوم، ص ۳۶

[۳] ایضاً، ص ۳۷ [۴] ایضاً، ص ۳۹

[۱] امام احمد رضا نے مولوی محمد حسن (ساکن میرٹھ) کے نام اپنے خطوط میں بھی ان کلمات کی طرف متوجہ کیا ہے۔ (انوارِ رضا، ص ۶۸۵ تا ۶۸۶) ایک خط (محررہ ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۲۱ء) میں مولوی محمد حسین کو لکھا ہے کہ وہ اس مسئلے پر علمائے فرنگی محل مولانا عین القضاۃ (م ۱۹۲۵ء) اور مولانا عبدالہادی وغیرہ سے فتوے لیں۔ مسعود

اخبار ہمدم (لکھنؤ) ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء میں مولانا عبدالباری کا یہ بیان شائع ہوا:
"میں نے ہر طرح تحقیق کی، کوئی امر کفر کا مولوی عبدالماجد کے متعلق
ثابت نہ ہوا۔ عبدالماجد کے کفر کا میں قائل نہیں —"

مگر لطف یہ ہے کہ خود مولانا عبدالماجد اپنے کفر و الحاد کے قائل ہیں، تفصیل
آگے آتی ہے —— مندرجہ ذیل رباعی میں انہیں حقائق کی طرف اشارہ
ہے جو اوپر گزر چکے :-

عبدالماجد کہ داد صدہا دشنام
رب و قرآن و مصطفےٰ را چو لئام
ایں گفت کہ ہرگز نہ نمودم تحقیق
در قول اخی نیست سوائے اسلام [1]

ترجمہ: عبدالماجد (دریا آبادی) جس نے لئیموں کی طرح خداوند تعالےٰ، قرآن کریم
اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیکڑوں گالیاں دی ہیں اس کے بارے
میں عبدالباری (فرنگی محلی) نے یہ کہا کہ مجھے تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں، میرے
بھائی (عبدالماجد دریا آبادی) کے قول میں اسلام کے سوا کچھ نہیں"

عبدالماجد دریا آبادی فلسفہ و نفسیات کے ممتاز طالب علم تھے ان کی پہلی تصنیف
The Psychology of Leadership
۱۹۲۱ء میں T. FISHER نے شائع کی۔ اس میں انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو دنیا
کے دوسرے لیڈروں اور ریفارمروں کی فہرست میں شمار کیا تھا۔ مولانا محمد علی نے اس انداز
پر گرفت کرتے ہوئے لکھا :-

"میں رسالت کے صحیح مقام سے واقف ہوں، رہنمائیت اور رسالت

---

[1] محمد مصطفےٰ رضا خان، الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۶

حرفِ آخر

امام احمد رضا کو مولانا عبد الباری فرنگی محلی کی جن باتوں اعتراض تھا اُن سے مولانا عبد الباری نے رجوع کر لیا مگر امام احمد رضا کے وصال کے بعد۔ اس اجمال کی تفصیل مفتی آگرہ حضرت علامہ ابو الفیض محمد عبد الحفیظ قادری کی زبانی سنیئے اس موقع پر خود موجود تھے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں :۔

میں خود فرنگی محل مدرسہ نظامیہ کا ادنیٰ طالب علم ہوں، حضرت مولانا عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ سے خاص طور پر شرح چغمینی پڑھی ہے۔ مگر زمانہ خلافت میں کچھ باتیں ان سے سرزد ہوگئیں جن پر اعلیٰ حضرت نے گرفت فرمائی، آخر کار وصال سے کچھ پہلے خدام الحرمین کے جلسے میں علماء بریلی شریک ہوئے اس وقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبد الباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ نہ کیا اور ان کے یہاں قیام سے بھی انکار کر دیا اور فرمایا کہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر جو اعتراضات کئے ہیں ان باتوں سے رجوع کیجئے۔ چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے تحریر دی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرنگی محل گئے، دونوں میں مصافحہ و معانقہ ہوا۔ حضرت مولانا حامد رضا خاں نے حضرت مولانا عبد الباری کے ہاتھ چومے اسلئے کہ وہ صحابی کی اولاد میں ہیں اور وہیں قیام فرمایا ———

فقیر اس موقع پر حاضر تھا۔ اس خوشی میں دار الشفا کی برفیاں آئیں اور باقاعدہ

فاتحہ ہوا اور تقسیم ہوئیں۔[1]

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رضا کے وصال کے بعد جب مولانا عبدالباری کو اپنی سابقہ غلطیوں کا احساس ہوا اور انہوں نے ان سے رجوع فرمالیا تو دل صاف ہوگئے اور پھر جانبین ایسے گلے مل گئے جیسے کبھی کوئی بات ہی نہ تھی۔ امام احمد رضا اور ان کی اولاد امجاد کی محبت و نفرت محض اللہ کے لیے تھی۔ انہوں نے اپنے نفس کے لیے نہ کسی سے دشمنی کی نہ دوستی۔ یہی للہیت اخلاص کی جان ہے۔ مولائے کریم ہم سب کو اخلاص کی دولت سے بہرہ ور فرمائے اور اظہار حق میں ایسا بے باک بنائے کہ امام احمد رضا کی طرح ہم اپنے اور بیگانے سے بے نیاز ہوجائیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین۔

[1] محمد عبدالحفیظ، مفتی: شمع ہدایت، مطبوعہ کراچی، ص ۹۳ - ۹۴